ابن تیمیہ کی ایک وصیت

عبد الحیٔ ابڑو

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک شاگرد، ابو القاسم المغربی نے آپ سے ایک وصیت کی درخواست کی، جس سے وہ دین اور دنیا کی بھلائی حاصل کر سکے۔ انھوں نے ایسی علمی کتابوں کی درخواست بھی کی، جن کے ذریعے اعمال صالحہ میں سب سے بہتر عمل، اور وسائل رزق میں سب سے بہتر رزق کی طرف رہنمائی ہو۔ امام ابن تیمیہ نے جواب میں درج ذیل وصیت کی، جسے الوصیۃ الصغری کا نام دیا جاتا ہے۔

تقویٰ کی وصیت، سب سے بہتر وصیت

میرے علم کے مطابق، پیروی کی خواہش رکھنے والے کسی صاحب فہم کے لیے، اللہ اور اس کے رسول ؐ کی وصیت سے زیادہ مفید کوئی وصیت نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَقَدْ وصینا الّذین اُوْتوا الْکتب منْ قَبْلکُمْ و اِیّاکُمْ ان اتّقوا اللّٰہَ، تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی، انھیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔
(النساء ۴. ۱۳۱)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ؓ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا: "اے معاذ، اللہ سے ڈرتے رہو، جہاں کہیں بھی ہو۔ اور برائی کے بعد نیکی ضرور کرو، جو اس کو مٹا دے۔ اور لوگوں کے ساتھ نیک اخلاق سے پیش آؤ۔" حضور ؐ کے نزدیک حضرت معاذ ؓ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپ ؐ نے ان سے اپنے پیچھے سواری پر ہمرکابی کی حالت میں، فرمایا: "اے معاذ، بخدا مجھے تم سے محبت ہے۔" انھوں نے اس وصیت کو جامع سمجھا اور بلاشبہ یہ ہے بھی بہت جامع۔ ساتھ ہی یہ قرآنی وصیت کی شرح بھی ہے۔

اس کی جامعیت یوں ہے کہ بندے پر دو قسم کے حقوق ہیں. ایک اللہ تعالیٰ کے، اور دوسرے

بندں کے ۔اس پر اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے ' اس میں بعض اوقات اس سے لازماً کوتاہی سرزد ہوگی ' یا تو کسی حکم کی بجاآوری میں یا ممنوعہ چیز کا ارتکاب کر کے۔ اس لیے آپ ؐ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو"۔ "جہاں کہیں بھی ہو" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کے لیے ظاہراور پوشیدہ دونوں حالتوں میں تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

پھر فرمایا: "برائی کے بعد نیکی ضرور کرو جو اسے مٹا دے۔" اس لیے کہ مریض جب کوئی مضر چیز استعمال کر بیٹھے ' تو طبیب اسے ایسی چیز کے استعمال کا مشورہ دیتا ہے جو ضرر سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ گناہ بندہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے ' پس عقل مند وہ ہے جو برائیوں کو مٹانے کے لیے ہمیشہ نیکیاں کرتا رہے۔ نیکیاں بدیوں کی جنس میں سے ہوں ' تو انھیں مٹانے میں زیادہ موثر اور کارگر ہوں گی۔

گناہوں کے اثرات تین چیزوں سے زائل ہوتے ہیں: ایک توبہ ' دوسرے استغفار اور تیسرے نیک اعمال۔ استغفار ' چاہے توبہ کے بغیر بھی ہو ' تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی قبولیت میں اسے بخش دیتا ہے۔ لیکن اگر توبہ و استغفار جمع ہو جائیں تو یہ کمال درجہ ہے۔ تیسرے نیک اعمال ' جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ یہ نیک اعمال یا تو مقررہ کفارات کی صورت میں ہوتے ہیں ' جیسے روزہ توڑنے کا کفارہ یا کفارہ ظہار ' یا حج میں بعض ممنوعہ چیزوں کے ارتکاب کا کفارہ ' مثلاً (۱) جانور کی قربانی ' (۲) غلام آزاد کرنا ' (۳) صدقہ و خیرات کرنا ' (۴) روزے رکھنا۔

عام نیک اعمال بھی گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت حذیفہ نے فرمایا: "انسان سے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر الٰہی سے جو غفلت ہو جاتی ہے ' نماز ' روزہ ' صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام انجام دینے سے وہ معاف ہو جاتی ہے۔" قرآن و سنت کے بے شمار شواہد بتاتے ہیں کہ پنجگانہ نماز ' صدقات اور دیگر اعمال صالحہ گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ ان اعمال کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ انسان کی نشوونما کتنے ہی علمی و دینی ماحول میں ہوئی ہو ' بلوغت سے مرتے دم تک جاہلیت کے بعض اعمال کا مرتکب ہو ہی جاتا ہے۔

ہر خاص و عام کے لیے جو چیز نفع بخش ہے اور اسے پریشانیوں سے نجات دلا سکتی ہے ' وہ ہے گناہوں کا ارتکاب ہو جانے کے فوراً بعد وہ نیکیاں کرنا جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ؐ کے ذریعہ انجام دینے کا حکم دیا ہے۔

اس کے علاوہ گناہوں کو جو چیزیں مٹاتی ہیں ان میں سے ایک قسم ان مصیبتوں اور پریشانیوں کی بھی ہے ' جو انسان کو رنج و غم اور مالی ' جسمانی و معنوی لحاظ سے پہنچنے والی تکالیف سے عبارت ہیں ' جن

میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ؐ نے اللہ کے حق کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔'' لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قطع تعلق کرے ' اس کے ساتھ ' سلام کلام ' عزت و اکرام ' اس کے لیے دعا و استغفار اور اس کی تعریف کے ذریعے جڑا جائے اور میل جول رکھا جائے۔ جو محروم رکھے ' اسے تعلیم و تعلم سے اور مالی اور غیر مالی ہر طرح سے فائدہ پہنچایا جائے۔ جو جان ' مال یا عزت و آبرو کے لحاظ سے ظلم کرے اور نقصان پہنچائے ' اس کو معاف کیا جائے۔ ان میں سے کچھ چیزیں تو واجب ہیں اور کچھ مستحب اور مرغوب۔ ''خلق عظیم'' کی حقیقت یہ ہے کہ انسان وہ چیزیں انجام دے جو اللہ کو پسند ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ تمام چیزیں اللہ کی وصیت کیونکر ہیں ' تو وہ اس لیے کہ اللہ کے خوف اور تقویٰ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے حتمی طور پر کرنے کا ' یا اس سے رک جانے کا ' اللہ نے حکم دیا ہے۔ لیکن چونکہ بسا اوقات تقویٰ سے مراد محض اللہ کے عذاب کا ڈر لیا جاتا ہے ' اس لیے حدیث معاذ ؓ میں لفظ تقویٰ کی شرح بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ ؓ نے تقویٰ کی شرح یوں روایت کی ہے. ''رسول اللہ ؐ سے پوچھا گیا کہ زیادہ تر کون سی چیز لوگوں کے جنت میں داخلہ کا سبب بنے گی؟ آپ ؐ نے فرمایا ' تقویٰ اور بہترین اخلاق۔ پھر پوچھا گیا کہ کون سی چیز زیادہ تر جہنم میں لے جائے گی؟ فرمایا ' منہ اور شرم گاہ۔'' (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ''آپ ؐ نے فرمایا ' مسلمانوں میں سب سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔''

خیر اور نیکی کا سرچشمہ اور بنیاد یہ ہے کہ آدمی عبادت اور استعانت (فریاد طلبی) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کر دے۔ چنانچہ بندے کو مخلوق سے اپنا دل اسی طرح پھیر لینا چاہیے کہ نہ ان سے کسی فائدے کی امید رکھے ' اور نہ ان کی خاطر کوئی عمل کرے ' بلکہ تمام تر توجہ اور رخ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو۔ اپنی ہر مشکل ' پریشانی ' تنگدستی اور خطرہ وغیرہ میں اسی کو پکارتا رہے ' اور اس کی پسندیدہ چیزیں کرتا رہے ۔ جس نے یہ کام کر لیا تو اس کے انجام کا کیا کہنا۔

سب سے اچھا عمل

نیز آپ نے پوچھا ہے کہ فرائض کے بعد سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تو مختلف لوگوں اور ان کی مصروفیات اور مشاغل کے لحاظ سے ' سب کے لیے ایک ہی لگا بندھا جواب ناممکن ہے۔ لیکن جس چیز پر سب کا تقریباً اتفاق ہے ' وہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا التزام وہ بہترین

مشغلہ ہے جس میں بندہ اپنے آپ کو مصروف رکھے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث اس کی اہمیت واضح کرتی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا: "مفردون 'سبقت لے گئے۔" عرض کیا گیا: "مفردون کون لوگ ہیں؟" آپ ؐ نے فرمایا: "اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔" حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے 'اور تمہارے درجات کو تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے 'اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں تمہارے لیے خیر ہے 'اور تمہارے لیے اس میں اس جہاد سے بھی زیادہ خیر ہے 'جس میں تم اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارو' اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟" صحابہ ؓ نے عرض کیا: "ہاں' یا رسول اللہ ؐ (ایسا قیمتی عمل ضرور بتایئے)"۔ آپ ؐ نے فرمایا: "وہ اللہ کا ذکر ہے۔" (ابو داود، احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ذکر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بندہ 'معلم انسانیت ؐ کے ماثور اذکار کی پابندی کرے۔ جیسے صبح و شام کے اذکار 'سوتے وقت' بیدار ہونے پر اور فرض نمازوں کے بعد والے اذکار وغیرہ۔ اسی طرح وہ اذکار اور دعائیں جو مختلف حالات و مواقع کے لیے وارد ہوئی ہیں 'جیسے کھانے پینے یا گھر 'مسجد اور جائے ضرورت میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کے اذکار۔ اسی طرح بارش ہونے اور بجلی چمکنے اور اس طرح کے دیگر مواقع پر مسنون دعاؤں کا اہتمام۔ اس سلسلے میں "شب و روز کے وظائف" کے عنوان کے تحت کتابیں موجود ہیں۔

پھر عمومی ذکر کا اہتمام بھی کرے 'اور اس میں سب سے بہتر لا الہ الا اللہ ہے۔ بعض صورتوں میں سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اس سے افضل ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ اللہ سے قریب کرنے والی ہر چیز--- جیسے علم سیکھنا سکھانا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا' چاہے زبان سے ہو 'عمل سے ہو 'یا قلب میں اس کا خیال پیدا ہو--- وہ بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہے۔ چنانچہ جو شخص 'ادائیگی فرائض کے بعد 'علم نافع کی تلاش میں لگ جائے 'یا کہیں بیٹھ کر ایسا علم سیکھے اور سکھائے 'تو یہ بھی بہترین ذکر میں شامل ہے۔ اس بنا پر اگر آپ غور کریں' تو سب سے بہتر عمل کے سلسلے میں سلف کی باتوں میں آپ کو کوئی بڑا اختلاف نظر نہیں آئے گا۔

بندے کو اگر کسی معاملے کے متعلق اشتباہ ہو جائے تو اسے استخارہ کر لینا چاہیے۔ اس لیے کہ جو

استخارہ کرے گا وہ کبھی نادم و پشیمان نہیں ہو گا۔ استخارہ اور دعا بکثرت کرنی چاہیے ، یہی چیز ہر بھلائی کی کنجی ہے۔ اس بارے میں اسے جلدی کرتے ہوئے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے بہت دعائیں کیں ، مگر قبول نہیں ہوئیں۔ دعا کے سلسلے میں قبولیت کے اوقات پیش نظر رہنے چاہییں ، جیسے رات کا آخری حصہ ، نماز کے بعد ، اذان کے دوران اور بارش ہوتے وقت وغیرہ۔

وسائل رزق

جہاں تک کسب حلال کے سب سے زیادہ نفع بخش ذرائع و وسائل کا تعلق ہے ، تو وہ ہیں. اللہ پر توکل ، اس کے کافی اور رزق رساں ہونے پر پورا بھروسہ ، اور اس کے متعلق اچھا گمان۔ چنانچہ رزق کی تلاش کرنے والے کو چاہیے کہ رزق کے معاملے میں اللہ کا سہارا تلاش کرے اور اسی سے مانگے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے. "تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں ، اس لیے تم مجھ ہی سے رزق مانگو ، میں تمھیں کھلاؤں گا۔ میرے بندو ، تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں ، لہٰذا تم مجھ ہی سے لباس مانگو ، میں تمھیں پہناؤں گا۔" امام ترمذی ؒ نے حضرت انس ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ؐ نے فرمایا: "تمھیں اپنی تمام ضرورتیں اور مرادیں اللہ ہی سے مانگنی چاہئیں ، حتیٰ کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے ، تو وہ بھی اپنے رب ہی سے مانگو ، اس لیے کہ اگر وہ نہ دینا چاہے تو کچھ میسر نہیں آسکتا۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وسئلوا اللہ من فضلہ ، اللہ سے اس کا فضل مانگو ، مزید ارشاد ہے فاذَا قُضِيتِ الصَّلٰوۃُ فانْتَشرُوْا فیْ الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا من فَضْلِ اللّٰہ ، پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ-۱۰:۶۲) یہ آیت اگرچہ نماز جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا اطلاق تمام نمازوں پر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے آپ ؐ نے مسجد میں داخل ہوتے وقت اللھم افتح لي ابواب رحمتك اور نکلتے وقت اللھم انی اسئلك من فضلك و رحمتك کی دعائیں پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: فابْتَغُوْا عنْد اللّٰہ الرِّزْق و اعْبُدُوْہُ و اشْکُرُوْا لہٗ ، اللہ سے رزق مانگو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ (العنکبوت ۲۹ ۱۷) یہ امر (حکم) ہے ، اور امر ، واجب ہونے کا تقاضا کرتا ہے ، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور رزق کے معاملہ میں اسی کا دامن تھامنا ، بہت بڑا دینی اصول ہے۔

پھر چاہیے کہ مال کو پورے استغنائے نفس کے ساتھ لے ، تاکہ اس میں برکت واقع ہو۔ حرص و ہوس اور دل کی رغبت و شوق سے اسے نہیں لینا چاہیے۔ بندے کے ہاں مال کی حیثیت ایسی ہو

جائے کہ اس کی ضرورت تو ہے ، مگر دل میں اس کی کوئی جگہ نہیں ، اور مال و دولت کے لیے دوڑ دھوپ صرف اتنی اور اس حد تک ہونی چاہیے ، جیسی قضائے حاجت کے لیے ہوتی ہے۔ ترمذی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: "جس پر اس حال میں صبح آئی کہ دنیا کا حصول ہی اس کا سب سے بڑا مطمح نظر تھا ، تو اللہ اس کے معاملات کو پراگندہ کر دے گا ، اور اس کے وسائل رزق کو منتشر کر دے گا ، اور دنیا میں سے اسے صرف اتنا ہی حصہ ملے گا ، جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ مگر جس پر صبح اس حال میں آئی کہ آخرت ہی اس کا سب سے بڑا مطمح نظر تھا ، تو اللہ اس کے معاملات کو سنوار دے گا ، اس کے دل میں استغنا اور بے نیازی پیدا کر دے گا ، اور دنیا مجبور و رسوا ہو کر اس کے قدموں میں آگرے گی۔"

ایک بزرگ کا قول ہے کہ تمھیں دنیا میں سے حصہ پانے کی ضرورت تو ہے ، مگر آخرت میں سے حصہ پانے کی تمھیں اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ لہٰذا اگر تم نے آخرت کے حصے سے آغاز کیا ، تو دنیا کا حصہ تمھیں خود بخود مل کر رہے گا۔

جہاں تک صنعت و حرفت ، تجارت و زراعت یا عمارت سازی اور رزق کے اس طرح کے دیگر وسائل و ذرائع میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کا تعلق ہے ، تو اس کا دارومدار ہر آدمی کے طبعی میلان پر ہے ، اس بارے میں کوئی لگا بندھا اصول و قاعدہ میرے علم میں نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے کسی پیشہ کو اختیار کرنا چاہے تو اسے حضور ؐ کے سکھائے ہوئے استخارہ پر عمل کرنا چاہیے۔ اس میں ناقابل بیان حد تک برکت ہے۔ اس کے بعد جو چیز اسے میسر ہو جائے ، اسے چھوڑ کر خواہ مخواہ بلا ضرورت کسی اور پیشہ میں ٹانگ نہ اڑائے ، الا یہ کہ اس میں کوئی شرعی قباحت ہو۔

علمی کتب

جہاں تک علم کے حصول کے لیے مناسب کتابوں کا تعلق ہے تو یہ نہایت وسیع میدان ہے۔ اس کا دارومدار کسی حد تک ان ممالک و علاقہ جات پر بھی ہے جہاں انسان پروان چڑھا ہے ، اس لیے کہ بعض ممالک میں علوم و فنون اور اس کے مسلک و مکتب فکر کی ایسی چیزیں میسر ہوتی ہیں جو دوسرے ممالک میں میسر نہیں ہوتیں۔ لیکن خیر و نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ بندہ حضور ؐ سے متوارث علم کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے ، اس لیے کہ یہی وہ علم ہے جو علم کہلائے جانے کا سزاوار ہے۔

انسان کو سب سے بڑھ کر حضور ؐ کے اوامر و نواہی اور آپ ؐ کے کلام کے مقاصد اور حکمتوں کو سمجھنا چاہیے۔ اگر اس کا دل اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ کسی بات کے سلسلہ میں حضور ؐ کا یہی

مطلب اور غرض تھی ' تو اسے اللہ کے اور بندوں کے ساتھ تعلق ' میں حتی الوسع ' اسے چھوڑ کر کسی اور بات پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ بندے کو کوشش کرنا چاہیے کہ اس کے پاس علم کے تمام ابواب کے متعلق حضور ؐ سے منقول بنیاد موجود ہو۔

اگر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے کسی معاملہ میں اسے شرح صدر حاصل نہ ہو ' تو صحیح مسلم میں حضرت عائشہ ؓ کی روایت میں سکھائی گئی دعا کرے۔ رسول اللہ ؐ جب رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھا کرتے ' تو فرماتے: "میرے اللہ ' جبریل ' میکائیل اور اسرافیل کے رب ' زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے ' کھلے چھپے کے جاننے والے ' تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کے درمیان صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ جس میں اختلاف ہے ' تو حق کی طرف میری رہنمائی فرما ' تو جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے خود بھی حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔ "میرے بندو ' تم سب گم کردہ راہ ہو مگر جسے میں ہدایت دوں ' لہٰذا مجھ ہی سے رہنمائی طلب کرو ' میں تمھیں راہ دکھاؤں گا۔"

کتابوں میں صحیح بخاری سے زیادہ مفید کوئی اور کتاب نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ علم کے تمام اصول و مبادی اس میں آگئے ہیں۔ علم کے مختلف ابواب اور فروع میں تبحر کی خواہش رکھنے والا شخص اپنا پورا مقصد صرف اسی کتاب پر انحصار کر کے حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ دیگر احادیث اور ان معاملات کے بارے میں اہل علم وفقہ کے اقوال و آرا کا جاننا بھی ضروری ہے ' جن کا علم ان حضرات ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر جس شخص کو نور بصیرت سے محروم رکھا گیا ہے ' کتب کی بہتات ' اس کی سرگردانی اور گمراہی میں اضافہ ہی کرے گی ' جیسا کہ آنحضور ؐ نے حضرت ابو عبیدہ انصاری ؓ سے فرمایا تھا: "کیا یہود و نصاریٰ کے پاس توراۃ و انجیل موجود نہیں ہے؟ ان (توراۃ و انجیل) نے انھیں کیا فائدہ پہنچایا؟"